جدید سیرت النبی ﷺ

حصہ سوم

حسنِ یوسف دمِ عیسیٰ یدِ بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

باب ا

حلیہ مبارک لباس اور دیگر متعلقات

جمال و حسن کی الفاظ میں تعبیر ناممکن
مجسم نور کی کھینچے کوئی تصویر ناممکن
کوئی لغزش نہ ہو جائے الٰہی اس سے ڈرتا ہوں
بھروسہ پر ترے اس کام کا آغاز کرتا ہوں

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جمال مبارک کو کما حقہ تعبیر کر دینا ناممکن ہے۔ نور مجسم کی تصویر کشی قابو سے باہر ہے۔ چنانچہ امام قرطبی فرماتے ہیں کہ آپ کا پورا جمال ظاہر نہیں کیا گیا ورنہ انسان حضور کو دیکھنے کی طاقت نہ رکھتے۔ بہر حال حضرات صحابہ کرام کا امت پر بڑا احسان ہے کہ انہوں نے آپ کے علوم و معارف کے ساتھ ظاہری حسن و جمال کو بھی ضبط و محفوظ فرما کر امت تک پہنچایا خداوند قدوس ان مقدس ہستیوں کو اس کا بہتر بدلہ عطا فرمائے۔ آمین۔

نوٹ:۔ اس باب کی تفصیلات عموماً مفتی محمد سلیمان قاسمی خوشحال پوری کی کتاب خصائل مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے لی گئی ہیں۔

قدِ مُبارک

آپ میانہ قامت تھے

حضرت علیؓ اور حضرت انس بن مالکؓ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مبارک بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دراز قد تھے نہ پستہ قد۔ بلکہ میانہ قد لوگوں میں سے تھے۔ (لوگوں کے حساب سے درمیانہ قد کے تھے) بخاری ص۵۰۲ ج۱

زاد المعاد ص۵۴ میں ہے کہ ہجرت کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم ام معبد خزاعیہ کے خیمہ کے پاس سے گزرے تھے تو اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چلے جانے کے بعد اپنے شوہر کے سامنے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیہ مبارک کا نقشہ کھینچا تھا اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قد مبارک کے بارے میں فرماتی ہیں کہ درمیانہ قد نہ ٹاٹا کہ نہ جچے نہ لمبا کہ ناگوار لگے گویا دو شاخوں کے درمیان ایک شاخ جو تینوں میں سب سے زیادہ خوش منظر اور پر رونق ہو۔

ہند بن ابی ہالہ جو حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے پہلے شوہر کے صاحبزادے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ بیان کرنے میں تمام صحابہ میں ماہر تھے۔ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قد میانہ پن کے ساتھ کسی قدر لمبائی کی طرف مائل تھا۔ (شمائل ترمذی ص۲)

مگر سب سے بلند

آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی مجمع میں ہوتے تو سب سے زیادہ بلند نظر آتے یہ آپ کا معجزہ تھا۔ یعنی جیسے معنوی کمالات میں آپ سے کوئی بلند مرتبہ نہیں اسی طرح صورت ظاہری میں بھی بلند محسوس نہ ہو۔

نہ پستہ قد نہ لانبے ہی کوئی مفہوم ہوتے تھے　　　میانہ قد سے کچھ نکلے ہوئے معلوم ہوتے تھے

مگر مجمع میں ہوتے تھے جب کبھی حضرت والا　　نمایاں اور اونچا ہوتا تھا سروقد بالا

رَنگ مُبارک

آپ ازہر اللون تھے

حضرت علیؓ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصف بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ رنگ گورا گلابی تھا۔ (شمائل ترمذی)

حضرت انسؓ فرماتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ازہر اللون تھے۔ یعنی سرخی مائل سفیدی (رنگ والے تھے) (بخاری ص ۵۰۲ ج ۱)

حضرت ابو ہریرہؓ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رنگ مبارک بیان فرماتے ہوئے کہتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر حسین اور صاف شفاف تھے گویا چاندی سے آپ کا بدن مبارک ڈھالا ہوا تھا (شمائل ترمذی)

مدارج النبوۃ میں ہے حضرت ابو ہریرہؓ ہی فرماتے ہیں کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ خوبصورت کسی کو نہیں دیکھا۔ گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رخسار مبارک میں سورج تیر رہا ہے (صفائی و چمک کی وجہ سے) جب آپ مسکراتے تھے تو دیواروں پر اس کی چمک پڑتی تھی۔ (اسوہ رسول ص ۴۸)

مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رنگ مبارک نہایت چمکدار سرخی مائل سفیدی والا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رنگ مبارک کو بیان کرتے ہوئے ام معبد فرماتی ہیں۔ چمکتا رنگ دور سے دیکھنے میں سب سے زیادہ چمکدار و پر جمال قریب سے دیکھنے میں سب سے زیادہ خوبصورت۔

درخشاں جس طرح سیم مصفّٰی کوئی پیکر　　وہ اک نور مجسم بدر کامل سے بھی روشن تر
جمیل و دلکش ایسے دور سے چوں مہر تابندہ　　جو ہوں نزدیک تو خوش منظر و شیریں و زیبندہ

نہ رنگت سانولی تھی اور نہ تھے اجلے بھبوکے سے سفید اور سرخ گورے گندمی تھے اور چمکتے تھے
کبھی جب مسکرا دیتے تو بجلی کوند جاتی تھی در و دیوار پر اک روشنی سی جگمگاتی تھی

جسامتِ مُبارک

آپ صلی اللہ علیہ وسلم درمیانہ جسامت والے تھے

ام معبد خزاعیہ فرماتی ہیں خوب صورت ساخت نہ توندلے پن کا عیب نہ گنجے پن کی خامی۔ جمال جہاں تاب کے ساتھ ڈھلا ہوا پیکر۔

حضرت علیؓ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ شریف بیان فرماتے تو کہتے کہ آپ موٹے بدن والے نہ تھے۔ (شمائل ترمذی)

حضرت ابو طفیل عامر بن واصلہؓ فرماتے ہیں کہ آپ درمیانہ جسم والے تھے۔ حضرت ہند بن ابی ہالہ کا بیان ہے کہ آپ کا بدن مبارک گٹھا ہوا تھا۔ (شمائل ترمذی)

خلاصہ یہ ہے کہ نہ آپ اتنے موٹے تھے کہ دیکھنے میں ناگوار معلوم ہوں اور نہ ہی اتنے پتلے تھے کہ بھدے محسوس ہوں بلکہ درمیانہ جسم نیز گٹھا ہوا بدن جو قوت و شجاعت کی دلیل ہے۔

وہ بستان لطافت کا نہال آسماں پایہ وہ قدرت کے خزانے کا دریکتا گرانمایہ
تعلّی کا صنوبر کے گلے میں نغمہ پھنس جائے اگر دیکھے زمیں میں شرم سے شمشاد دھنس جائے

سَر مُبارک

حضرت ہند بن ابی ہالہ اور حضرت علیؓ کا بیان ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک اعتدال کے ساتھ اور لوگوں کے مقابلہ میں قدرے بڑا تھا۔ (شمائل ترمذی)

یعنی اتنا بڑا تو نہ تھا کہ دیکھنے میں ناگوار لگے بلکہ معمولی سا اوروں سے بڑا تھا جو ہوشمندی اور دانائی کی علامت ہے۔ اس مضمون کی ترجمانی کرتے ہوئے مضطر صاحب فرماتے ہیں۔

سر اقدس جو نور عقل کامل سے منور تھا کلاں بالاعتدال آقائے عالی جاہ کا سر تھا

چہرہ مُبارک

چودھویں کا چاند

حضرت ہند بن ابی ہالہ بیان فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ پرنور دیکھنے والوں کی نظر میں عظیم المرتبت اور دبدبہ والا تھا اور آپ کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح چمکتا تھا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ **کان فی وجھہ تدویر ما** آپ کا چہرہ مبارک قدرے گولائی لئے ہوئے تھا۔ (شمائل ترمذی)

مطلب یہ ہے کہ چہرہ مبارک نہ بالکل لانبا تھا نہ بالکل گول بلکہ درمیانی حالت پر تھا چنانچہ حضرت براءؓ سے کسی نے پوچھا کہ کیا آپ کا چہرہ تلوار کی طرح شفاف تھا انہوں نے جواب دیا کہ نہیں بلکہ چودھویں رات کے چاند کی طرح روشن اور گولائی لئے ہوئے تھا۔ (بخاری ص ۵۰۲ ج ۱)

چونکہ تلوار کے ساتھ مشابہت بتلانے میں زیادہ لمبا ہونے کا شبہ ہوتا ہے۔ دوسرے یہ کہ تلوار کی چمک میں سفیدی غالب ہوتی ہے نورانیت نہیں۔ اس لئے حضرت براءؓ نے بدر سے تشبیہ دی کہ اس میں چمک اور نورانیت اور گولائی سب موجود ہوتی ہے۔

تنبیہ

باقی یہ سب تشبیہات سمجھانے کے لئے اور قریب الی الفہم کرنے کے لئے ہیں ورنہ ایک چاند تو درکنار میرے آقا جیسا نور ہزار چاندوں میں بھی نہیں ہوسکتا۔

حضرت عائشہؓ کے اشعار

حضرت عائشہؓ جو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے زیادہ چہیتی بیوی ہیں ان کے دو شعر ہیں جن کا ترجمہ یہ ہے کہ۔

زلیخا کی سہیلیاں اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور کو دیکھ لیتیں تو ہاتھوں کے بجائے دلوں کو کاٹ ڈالتیں۔ یعنی حضرت یوسفؑ کو دیکھ کر انہوں نے ہاتھوں ہی کو کاٹا تھا مگر آپ کو دیکھ لیتیں تو دل ہی کاٹ لیتیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ انور کتنا پرکشش تھا اس مضمون

کی ترجمانی کرتے ہوئے مضطر صاحب فرماتے ہیں۔

وہ گول اور طول کو تھوڑا سا مائل چہرہ انور
مہ و خورشید جس کے سامنے شرمندہ و کمتر
اچانک دیکھ لیتا جب کوئی مرعوب ہو جاتا
مگر اللہ کا محبوب پھر محبوب ہو جاتا
وجاہت اور شوکت بھی جمال دلبرانہ بھی
جلال حسن بھی اور عظمت پیغمبرانہ بھی
وہ روئے پاک جیسے تیرتا ہو آفتاب اس میں
جمال حق کا مظہر آئینہ ام الکتاب اس میں
نمایاں حسن یوسف میں سفیدی تھی صباحت تھی
یہاں سرخی تھی گل گوں رنگ تھا جس میں ملاحت تھی
زنان مصر کی واں رہ گئی تھیں انگلیاں کٹ کر
یہاں قربان کر ڈالے ہیں مردان عرب نے سر

مُونہہ مُبارک

حضرت جابر بن سمرةؓ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آپ کا دہن مبارک کشادہ یعنی کھلا ہوا تھا۔ تنگ منہ نہیں تھا اور اہل عرب تنگ منہ کو برا سمجھتے ہیں۔ کشادہ اور فراخ دہنی کو ممدوح سمجھتے ہیں۔ (مسلم شریف ص ۲۵۸ ج ۲ مع شرح علامہ نودی)

اور فراخ دہنی فصیح ہونے کی علامت بھی ہے اس لئے سرکار کا منہ مبارک اعتدال کے ساتھ فراخ تھا۔

دَندان مُبارک

حضرت ہند بن ابی ہالہؓ حلیہ مبارک کے ماہر فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مفلج الاسنان تھے۔ آپ کے دندان مبارک باریک تھے اور ان میں سے سامنے کے دانتوں میں ذرا ذرا فاصلہ بھی تھا۔ سفیدی کے بارے میں دوسری جگہ فرماتے ہیں۔ تبسم فرماتے وقت آپ کے دندان مبارک اولے کی طرح سفید چمک دار ظاہر ہوتے تھے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کے دانت الگ الگ تھے۔ یعنی ان میں ریخیں تھیں۔ گنجان نہیں تھے۔ جب سرکار تکلم فرماتے تو ان دانتوں کے درمیان سے نور جیسی

چمک نکلتی محسوس ہوتی تھی۔ (مشکوٰۃ ص ۵۸۱ ج ۲ و شمائل ترمذی)

خصائل نبوی میں علامہ مناوی کا قول نقل کیا ہے کہ کوئی حسی چیز تھی جو بطور معجزہ کے سرکار کے دندان مبارک کے درمیان سے ظاہر ہوتی تھی۔

فراخی تھی دہن میں اور در دنداں کشادہ تھے جلا و حسن میں جو موتیوں سے بھی زیادہ تھے
وہ نوری کوئی سانچہ تھا کہ جس میں نور ڈھلتا تھا بوقت گفتگو ریخوں سے چھن چھن کر نکلتا تھا

پیشانی مُبارک

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی مبارک دو صفتوں کے ساتھ متصف تھی۔ ایک تو برابر آگے کو ابھری ہوئی نہ تھی۔ چنانچہ حضرت علیؓ ارشاد فرماتے ہیں کہ آپ پست پیشانی والے تھے۔

حضرت ہند بن ابی ہالہ کا بیان ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم واسع الجبین تھے۔ یعنی آپ کی پیشانی مبارک اور لوگوں کے مقابلے میں قدرے کشادہ تھی۔ جو ہوشمندی کی علامت ہے۔ (خصائل نبوی)

کشادہ اور نورانی مبارک پاک پیشانی کہ جس سے عاریت شمس و قمر نے لی ہے تابانی

ناک مُبارک

حضرت ہند بن ابی ہالہؓ بیان فرماتے ہیں کہ آپ کی ناک مبارک (چپٹی پھیلی ہوئی نہ تھی) بلکہ بلندی مائل تھی۔ (اوپر کو اٹھی ہوئی تھی) اور اس پر ایک چمک اور نور تھا۔ شروع میں دیکھنے والا آپ کو بڑی ناک والا خیال کرتا تھا۔ مگر بغور دیکھنے سے معلوم ہوتا تھا کہ حسن و چمک کی وجہ سے بلند معلوم ہوتی ہے۔ (ورنہ فی نفسہٖ زیادہ بلند نہ تھی) (شمائل ترمذی)

چپٹی اور پست ناک چہرہ کے حسن میں کمی کر دیتی ہے اور جو زیادہ پھیلی ہوئی نہ ہو نیز اوپر کو اٹھی ہوئی ہو تو چہرہ کے جمال کو دوبالا کر دیتی ہے۔

وہ بینی مبارک جس پر نور اک جگمگاتا تھا کہ جو ظاہر میں بینی کی بلندی کو بڑھاتا تھا

آنکھیں مُبارک

آپ کی آنکھیں سرگیں تھیں

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں طبعی طور پر سے سرگیں تھیں۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ جب میں آپ کی زیارت کرتا تو دل میں یہ سوچتا کہ آپ سرمہ لگائے ہوئے ہیں۔ حالانکہ اس وقت سرمہ لگائے ہوئے نہیں ہوتے تھے۔ (شمائل ترمذی)

حضرت علیؓ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مبارک بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ آپ ادعج العیین تھے یعنی آپ کی آنکھوں کی پتلیاں خوب کالی اور سیاہ تھیں۔ (شمائل ترمذی)

حضرت ام معبد خزاعیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سفید و سیاہ سرگیں آنکھیں تھیں۔

یعنی پتلیاں سیاہ اس کے علاوہ کا حصہ سفیدی لئے ہوئے تھا لیکن اس سفیدی میں سرخ ڈورے پڑے ہوئے تھے۔

آنکھوں میں سرخ ڈورے تھے

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ آپ کی آنکھیں سرخی مائل تھی۔

حضرت جابر بن سمرہؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اشکل العین تھے۔ جس کا صحیح ترجمہ یہ ہے کہ آپ کی آنکھوں کی جو سفیدی تھی اس میں سرخ ڈورے پڑے ہوئے تھے اگر چہ اس حدیث کے ایک راوی نے اشکل کے معنی لمبی لمبی آنکھوں کے کئے ہیں مگر اہل لغت کے نزدیک یہ معنی غلط ہیں اگر یہ معنی لے بھی لئے جائیں تو کوئی خرابی نہیں۔ آنکھوں کا قدرے دراز ہونا اور پھر سفیدی میں سرخ رنگ کا ملا ہوا ہونا نیز پھر پتلیوں کا نہایت سیاہ ہونا آنکھوں کی خوبصورتی کا نمونہ ہے اور اس پر پھر آپ کا نگاہ کسی کے سامنے نہ جمانا اکثر گوشہ چشم سے دیکھتے تھے۔ جیسا کہ حیاء کے بیان میں آگے آجائے گا۔

خمار آلودہ آنکھوں پر ہزاروں میکدے قربان
وہ قاتل بے پیئے ہی رات دن مخمور رہتا ہے
چمکدار اور سیہ پتلی بڑی آنکھیں حسین آنکھیں
کہ بے سرمہ بھی رہتی تھیں ہمیشہ سرگیں آنکھیں
ذرا آنکھوں میں سرخی ارغوانی رنگ ہلکا سا
بہشتی ساغروں پر کوثر گل رنگ چھلکا سا
سفیدی میں تھے ڈورے سرخ جن پر ہوں فدا جانیں
گھنیری لمبی لمبی اور کالی کالی مژگانیں

پلکیں مبارک

حضرت علیؓ بیان فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اھدب الاشفار (یعنی لمبی لمبی پلکوں والے تھے) (شمائل ترمذی)

نیز پلکیں لمبی ہونے کے ساتھ گھنی گنجان بھی تھیں۔ اسی وجہ سے آپ کی آنکھیں دیکھنے میں ایسی معلوم ہوتی تھیں جیسے سرمہ لگائے ہوئے ہوں۔ جیسا کہ حضرت جابرؓ کی روایت بیان ہوچکی۔

نیز حضرت ام معبد خزاعیہؓ حلیہ کا نقشہ کھینچتے ہوئے ارشاد فرماتی ہیں کہ آپ کی لمبی اور سیاہ سرگیں پلکیں تھیں۔

رخسار مبارک

حضرت ہند بن ابی ہالہؓ حلیہ مبارک کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آپ کے رخسار مبارک گداز اور ہلکے گوشت لٹکے ہوئے تھے۔ (شمائل ترمذی مع خصائل)

حضرت علی ارشاد فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رخسار مبارک نہ بہت زیادہ گوشت والے تھے اور نہ ہی آپ کی ٹھوڑی چھوٹی تھی۔ (بلکہ اعتدال کے ساتھ رخسار و

ٹھوڑی برابر تھی) الغرض چہرہ مبارکہ میں کسی طرح کا نقص نہ تھا کہ دیکھنے میں بدنما معلوم ہو۔ اس مضمون کے تحت مضطر صاحب فرماتے ہیں۔

تھے رخسار مبارک آپ کے ہموار اور ہلکے
وہ گویا تھے کھلے اوراق قرآن مکمل کے

داڑھی مُبارک

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی مبارک گھنی اور گنجان تھی۔ شمائل ترمذی میں ہے کہ اتنی گہری اور گنجان تھی کہ سینہ مبارک کو بھر دیتی تھی۔ (اسوہ رسول بحوالہ شمائل ترمذی)

اسی طرح کتاب الشفاء للقاضی عیاض میں بھی ہے کہ آپ کی ریش مبارک کے بال اس کثرت سے تھے کہ سینہ مبارک کو بھر دیتے تھے۔ (اسوہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم)

حضرت ہند بن ابی ہالہؓ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کث اللحیۃ تھے۔ یعنی آپ کی داڑھی بھرپور اور گنجان بالوں کی تھی۔ (شمائل ترمذی)

آپ داڑھی مبارک کو بالکل نہیں کترواتے تھے۔ البتہ گاہ بگاہ جو بال زائد ہو جاتے تھے ان کو کتروا دیتے تا کہ صورت بدنما معلوم نہ ہو۔ (سیرت المصطفیٰ ۵۳۴ ج ۲)

فائدہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم مونچھیں کترواتے تھے۔ آپ کے زمانہ میں مجوس مونچھیں بڑھاتے اور داڑھی کٹاتے تھے۔ حالانکہ یہ فعل خلاف فطرت ہے اس لئے آپ نے ان کے خلاف کرنے کا حکم دیا۔ صحیح مسلم شریف میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ داڑھی بڑھاؤ اور مونچھیں کٹاؤ اور مجوس کی مخالفت کرو۔ اور داڑھی کا رکھنا صرف سنت محمدیہ اور طریقۂ اسلام ہی نہیں بلکہ تمام پیغمبروں جن کی تعداد تقریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار ہے کی سنت ہے۔ اس لئے حدیث میں من سنن المرسلین کے الفاظ ہیں یعنی تمام انبیاء مرسلین کی سنت ہے۔

نیز داڑھی شعائر اسلام میں سے ہے اس لئے داڑھی کٹانا علی الاعلان شعائر اسلام کی

بے حرمتی اور گناہ کبیرہ ہے۔ حتیٰ کہ داڑھی کا مذاق اڑانا کفر ہے۔ اس لئے کہ یہ صرف داڑھی کا ہی نہیں بلکہ تمام انبیاء اور تمام امت کے علماء کا مذاق ہے۔ خدا مسلمانوں کو ہدایت عطاء فرمائے اکثر لوگ اس مہلک مرض میں مبتلا ہیں۔ ائمہ حضرات کے نزدیک داڑھی کی مقدار ایک مشت ہے اس سے کم نہ ہونی چاہئے۔ اس مضمون کے تحت مضطر صاحب فرماتے ہیں۔

گھنی ریش مبارک تھی کہ بھر دیتی تھی سینے کو
نظارے کو مسیح و خضر نے مانگا تھا جینے کو

ابرو مبارک

حضرت ہند بن ابی ہالہؓ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ابرو کا حال بیان فرماتے ہیں کہ آپ کے ابرو خمدار باریک اور گنجان تھے۔ اور دونوں ابرو جدا جدا تھے۔ درمیان میں ایک دوسرے سے ملے ہوئے نہ تھے۔ اور ان دونوں ابرو کے بیچ میں ایک رگ تھی جو غصہ کے وقت ابھر جاتی۔ یعنی موٹی ہو جاتی تھی۔ (شمائل ترمذی مع خصائل نبوی)

ابرو کا تلوار کی طرح خمدار اور باریک ہونا حسن میں زیادتی پیدا کرتا ہے۔

البتہ یہ خداداد چیز ہے۔ اگر پیدائشی ایسی حالت ہے تو الحمد لله علی ذلک. ورنہ بازاروں میں یا خود تراش کر اس طرح کرنا یہ تخلیق خداوندی میں تغیر ہے۔ جو شیطان کا فریب ہے۔ جس کا ذکر خود شیطان کی زبانی قرآن میں موجود ہے۔ ولآمرنهم فليغيرن خلق الله. ترجمہ (شیطان کہتا ہے کہ اور میں ان کو سکھلاؤں گا کہ بدلیں صورتیں بنائی ہوئی اللہ کی ترجمہ (شیخ الہند) خلاصۃ السیر ص ۲۰۱۹ پر ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ابرو پیوستہ اور ایک دوسرے سے جدا جدا تھے۔

گھنے باریک اور خم دار تھے مثل کمان ابرو
ذرا کچھ فصل سے دونوں ہلال ضوفشاں ابرو
رگ پاک اک دونوں ابروؤں کے درمیاں میں تھی
جو غصہ میں ابھر آتی تھی تیر اک دو کماں میں تھی

بال مبارک

نہ سیدھے نہ بالکل پیچدار

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال نہ بالکل پیچدار تھے (کہ بدنما معلوم ہوں اور نہ بالکل سیدھے بلکہ ہلکے ہلکے سے پیچدار اور گھنگھریالہ پن لئے ہوئے تھے۔ (شمائل ترمذی)(بخاری ص ۵۰۲ ج ۱)

اسی طرح ام معبد خزاعیہ کا بیان ہے کہ آپ کے بال چمکدار اور سیاہ تھے۔

حضرت علیؓ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ بیان کرتے تو فرماتے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک نہ بالکل پیچدار تھے نہ بالکل سیدھے۔ بلکہ تھوڑی سی پیچیدگی لئے ہوئے تھے۔ (شمائل ترمذی)

تین طرح کے بال

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ بال رکھنے کی تھی۔ خصائل نبوی میں ہے کہ آپ کا سر منڈانا چند مرتبہ ثابت ہے۔ ورنہ اکثر بال رکھا کرتے تھے۔ البتہ بال ایک حالت پر رہنے والی چیز نہیں بلکہ کبھی زائد ہو جاتے ہیں اور کبھی کم رہتے ہیں۔ اسی طرح جان بوجھ کر بھی کم کئے جاتے ہیں۔ اسی لئے آپ کے بالوں کی لمبائی میں تین طرح کی روایات ہیں۔ بخاری شریف میں حضرت براء بن عازبؓ کا بیان ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال کانوں تک آتے تھے۔ له شعر يبلغ شحمة اذنيه (بخاری ص ۵۰۲ ج ۱)

دوسری حالت حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں اور آپ ایک ہی برتن میں غسل کیا کرتے تھے اور آپ کے بال مبارک ایسے پٹھوں سے جو کان کی لو تک ہوں ان سے زیادہ تھے اور جو پٹھے مونڈھوں تک ہوتے ہیں ان سے کم تھے۔ یعنی نہ زیادہ لمبے تھے نہ چھوٹے بلکہ کانوں اور کندھوں کے درمیان تھے۔ (شمائل ترمذی)

اور یہ ہی حالت حضرت انسؓ سے (مسلم شریف ص ۲۵۸ ج ۲) پر منقول ہے۔

تیسری حالت حضرت براءؓ کی دوسری روایت میں ہے کہ (له شعر يضرب منكبيه) پوری حدیث کا ترجمہ یہ ہے کہ میں نے کسی پٹھوں والے کو سرخ جوڑے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ خوبصورت نہیں دیکھا۔ آپ کے بال مبارک مونڈھوں کو چھو رہے تھے یعنی مونڈھوں تک آ رہے تھے۔ (شمائل ترمذی۔ بخاری ص ۸۷۶ ج ۲)

فائدہ

آپ سفید دھاریوں والا سرخ رنگ کا کرتہ زیب تن فرماتے تھے جو دور سے دیکھنے میں سرخ ہی محسوس ہوتا تھا اس لئے سرخ کہہ دیا ورنہ خالص تیز سرخ رنگ کا کپڑا پہننا مرد کے لئے حنفیہ کے ہاں مکروہ ہے۔

یہ گنجان گیسو جس پہ صدقے ہوں دل و دیدہ
ذرا مائل بہ خم بالکل نہ سیدھے ہی نہ پیچیدہ
درازی میں پہنچ جاتے تھے نیچے کان کی لو سے
درخشاں مانگ روشن کہکشاں ہے جس کے پرتو سے

گردن مُبارک

صاف شفاف و خوبصورت

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گردن مبارک نہایت صاف شفاف تھی۔ حضرت ہند بن ابی ہالہؓ آپ کے حلیہ مبارک کا نقشہ کھینچتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گردن مبارک ایسی خوبصورت اور باریک تھی جیسا کہ مورتی کی گردن صاف تراشی ہوئی ہوتی ہے۔ (شمائل ترمذی)

فائدہ

مورتی کی گردن سے تشبیہ دینے میں نکتہ یہ ہے کہ مورتی بنانے والا اس کے تراشنے میں اپنی پوری کاریگری کا ثبوت پیش کرتا ہے اور ظاہر ہے کہ آپ کی تصویر بنانے والی ذات على كل شئ قدير اور فعال لما يريد ہے۔ یعنی ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے اور جو

چاہتا ہے کرڈالتا ہے۔ تب خوبصورتی میں کیا کمی رہی ہوگی۔ یہ تشبیہات صرف سمجھانے کے لئے ہیں ورنہ مورتی کا آپ سے کیا مقابلہ

بلند و دلفریب و خوش نما تھی آپ کی گردن
بت سیمیں کی جیسے ہو تراشی یا ڈھلی گردن

کندھے مبارک

زادالمعاد ص ۵۴ ج ۲ میں حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں مونڈھوں کی ہڈیاں بڑی بڑی تھیں۔

حضرت علیؓ بیان فرماتے ہیں کہ آپ کے دونوں مونڈھوں کے درمیان کی جگہ موٹی اور پرگوشت تھی (شمائل ترمذی)

حضرت ہند بن ابی ہالہؓ بیان فرماتے ہیں کہ آپ کے دونوں مونڈھوں کے اوپر بال بھی تھے۔ **اشعر المنکبین** (شمائل ترمذی)

حضرت براء بن عازبؓ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھوں کے مابین کچھ زیادہ فصل تھا۔ (بخاری ص ۵۰۲ ج ۱)

سینہ مبارک

حضرت براءؓ کی روایت سے جو بخاری کے حوالہ سے ذکر کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مونڈھوں کے درمیان دوری زیادہ تھی اس سے سینہ مبارک کا کشادہ ہونا بھی معلوم ہوگیا۔

اسی طرح ہند بن ابی ہالہؓ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم **عریض الصدر** (یعنی چوڑے سینے والے تھے۔ اور آپ کے سینہ مبارک کے بالائی حصہ پر بال بھی تھے۔ البتہ دونوں چھاتیاں بالوں سے خالی تھیں۔ (شمائل ترمذی)

تھے چوڑے دونوں شانے فصل کچھ ان میں زیادہ تھا
ذرا ابھرا ہوا تھا سینہ پاک اور کشادہ تھا

پیٹ مُبارک

سینہ سے ہموار

ہند بن ابی ہالہؓ بیان فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سواء البطن والصدر تھے یعنی بطن مبارک سینہ کے ہموار تھا۔ تو ند نکلی ہوئی نہ تھی (شمائل ترمذی)

نیز ام معبد خزاعیہ نے جو اپنے شوہر کو نقشہ بتلایا تھا وہ فرماتی ہیں کہ آپ میں توندلے پن کا عیب نہ تھا بلکہ آپ کا جسم مبارک جمال جہاں تاب کے ساتھ ڈھلا ہوا پیکر تھا۔ یعنی ایسی کوئی کمی ونقص نہ تھا کہ بدنما معلوم ہو۔

بالوں کی لکیر

حضرت علیؓ اور ہند بن ابی ہالہؓ دونوں بیان کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لبہ (حلق) سے لے کر ناف تک سینہ اور بطن کے درمیان بالوں کی ایک باریک لکیر تھی جس طرح چھڑی ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ بطن مبارک بالوں سے بالکل صاف تھا۔ (شمائل ترمذی)

شکم اور سینہ ہموار ایک نمائش تھی جمالوں کی
تھی سینے سے لکیر ایک ناف تک باریک بالوں کی
تھے کچھ بال اوپری حصہ میں بازو اور سینے کے
بقیہ کل بدن بے بال تھا مثل آبگینے کے

بازو مُبارک

ہند بن ابی ہالہؓ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مبارک بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اشعر الذراعین تھے۔ یعنی دونوں بازوؤں پر بال تھے اور فرماتے ہیں آپ طویل الذندین تھے۔ یعنی لمبی کلائیوں والے تھے۔ اسی طرح خلاصۃ السیر ص ۲۰۱۹ پر ہے کہ آپ کی کلائیاں بڑی بڑی یعنی لمبی تھیں یہ مضبوطی وقوت کی علامت ہے۔

ہتھیلیاں مُبارک

ہند بن ابی ہالہؓ ارشاد فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتھیلیاں فراخ یعنی کشادہ اور پر گوشت یعنی گداز تھیں۔ (شمائل ترمذی)

حضرت انسؓ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم خاص بیان کرتے ہیں کہ میں نے کبھی ریشمی کپڑا یا خالص ریشم یا کوئی اور نرم چیز ایسی نہیں چھوئی جو آپ کی بابرکت ہتھیلی سے زیادہ نرم ہو۔ (بخاری شریف ص ۵۰۳ ج ۱)

دستِ مُبارک کی اُنگلیاں

ہند بن ابی ہالہؓ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیاں تناسب کے ساتھ لانبی تھیں۔ (شمائل ترمذی)

مطلب یہ ہے کہ اور لوگوں کے اعتبار سے قدرے طول کی طرف مائل تھیں۔ البتہ حد سے زائد لمبی نہ تھیں کہ بڑی معلوم ہوں اور انگلیوں کی گرہیں مضبوط اور بڑی تھیں۔ حضرت علی اور ہند بن ابی ہالہؓ دونوں کا بیان ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جوڑوں کی ہڈیاں موٹی موٹی تھیں۔ تو اس میں انگلیوں کے جوڑ بھی داخل ہیں۔ (شمائل ترمذی)

کف دست اور پہنچے پائے اطہر کے کشادہ تھے
گداز و نرم دیبا اور ریشم سے زیادہ تھے
کلاں تھیں ہڈیاں مربوط اور پر گوشت تھے اعضاء
تھے لانبے ہاتھ لمبی انگلیاں متناسب و زیبا

بغلیں مُبارک

صاف شفاف و چمکدار

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بغلیں مبارک بالکل صاف شفاف اور چمکدار تھیں۔ چنانچہ حضرت

انسؓ فرماتے ہیں کہ دعاء استسقاء میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہاتھ اتنے زیادہ بلند فرماتے تھے کہ آپ کی بغل مبارک کی سفیدی چمکتی تھی۔ اسی طرح ابو موسیٰؓ فرماتے ہیں کہ آپ نے ایک مرتبہ دعا فرمائی تو ہاتھ اتنے اوپر اٹھائے کہ آپ کی بغل نظر آنے لگی۔ (بخاری ص ۵۰۳ ج ۱)

فائدہ

سفید ہونے سے اس طرف بھی اشارہ ہے کہ آپ کی بغل میں بال نہیں تھے۔ یا تو قدرۃً نہیں تھے یا پھر آپ کے ان کے اکھاڑے پر پابندی کرنے کی وجہ سے البتہ بغل مبارک صاف اور چمکدار تھی۔ (حاشیہ بخاری شریف ص ۵۰۳ ج ۱)

بغل میں تھی سفیدی جسم اطہر کی طرح تاباں
بدن تھا مشک و عنبر سے بھی خوشبودار بے پایاں

پنڈلیاں مُبارک

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پنڈلیاں کسی قدر باریک تھیں اور آپ کی پنڈلی مبارک پر بال بھی تھے۔ (شمائل ترمذی)

یہ صفت مردوں میں اچھی شمار ہوتی ہے اور عورتوں کی پنڈلی کا موٹا ہونا اور بالوں سے خالی ہونا حسن کی علامت ہے۔ لیکن مرد کے لئے ہلکی پنڈلی ہی قابل مدح ہے۔ نیز پنڈلی مبارک چمکدار تھی عون بن ابی حنیفہؒ نے ایک قصہ بیان فرمایا اس میں فرماتے ہیں کہ آپ خیمہ سے باہر تشریف لائے آپ کی پنڈلی چمک رہی تھی گویا میں اب بھی اس پنڈلی کی چمک کو دیکھ رہا ہوں۔ (یہ جملہ حدیث بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں) (بخاری ص ۵۰۳ ج ۱)

تھیں پتلی پنڈلیاں ہموار اور شفاف لطافت کا وہ عالم شاخ طوبیٰ جس سے شرمندہ

قدم مُبارک

حضرت علیؓ ارشاد فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک گداز اور

پر گوشت تھے اور ہند بن ابی ہالہ کا بیان ہے کہ آپ کے قدم مبارک (پر گوشت ہونے کے ساتھ ساتھ) ہموار اور ستھرے (چکناہٹ لئے ہوئے) تھے۔ ان کی ملاست اور ستھرائی کی وجہ سے پانی ان پر سے فوراً ڈھل جاتا تھا۔ ٹھہرتا نہیں تھا۔ (شمائل ترمذی)

دونوں قدموں کا پر گوشت ہونا یہ صفت مردوں میں ممدوح ہوتی ہے نہ کہ عورتوں میں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں کی انگلیاں بھی تناسب کے ساتھ اوروں کے مقابلہ میں دراز تھیں جیسا کہ ہاتھ کی انگلیوں کے متعلق گزرا ہے۔

ہند بن ابی ہالہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تلوے قدرے گہرے تھے۔

کان خمصان الاخمصین (شمائل ترمذی)

خلاصۃ السیر ص ۲۰۱۹ پر آپ کے حلیہ مبارکہ کا بیان ہے اس میں ہے کہ آپ کے تلوے خالی تھے۔ تلوؤں کا گوشت سے خالی اور گہرا ہونا سخاوت کی علامت ہے۔

کف دست اور پنجے پائے اطہر کے کشادہ تھے
گداز و نرم دیبا اور ریشم سے زیادہ تھے
قدم آئینہ سا قطرہ نہ پانی کا ذرا ٹھہرے
تھیں کم گوشت اور ہلکی ایڑیاں تلوے ذرا گہرے

بَدن مُبارک

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جوڑوں کی کیفیت بیان کرتے ہوئے ہند بن ابی ہالہ اور حضرت علیؓ دونوں بیان فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم **ضخم الکرادیس** دوسری جگہ ہے **جلیل المشاش** تھے یعنی جوڑوں کے ملنے کی ہڈیاں مضبوط اور بڑی بڑی تھیں۔ یہ قوت وطاقت کی دلیل ہے (شمائل ترمذی)

خلاصۃ السیر میں ہے کہ آپ کے سب اعضاء بڑے بڑے تھے۔

حضرت علیؓ بیان فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن پر معمولی طور سے زائد

(غیر معمولی) بال نہیں تھے۔ (شمائل ترمذی)

بعض آدمیوں کے بدن پر بہت بال ہوتے ہیں۔ آپ کے بدن مبارک کے خاص خاص حصوں پر بال تھے بقیہ جسم بالوں سے بالکل خالی اور صاف تھا وہ مقام جس پر بال تھے دیگر روایات کی روشنی میں یہ ہیں۔ (۱) دونوں بازوؤں پر بال تھے۔ (۲) دونوں پنڈلیوں پر (۳) دونوں مونڈھوں پر (۴) سینہ کے بالائی حصہ پر (۵) اور حلق سے لے کر ناف تک ایک باریک دھاری تھی جیسے کوئی نرم ٹہنی ہوتی ہے۔

تھے کچھ بال اوپری حصے میں بازو اور سینے کے
بقیہ کل بدن بے بال تھا مثل آبگینے کے

سَفید بال

کتنے بال سفید تھے

حضرت انسؓ ارشاد فرماتے ہیں کہ لم یر من الشیب الا قلیلا یعنی آپ کے بالوں میں سفیدی زیادہ نہیں تھی۔ بلکہ چند ہی بال سفید ہوئے تھے۔ (مسلم شریف ص ۲۵۹ ج ۲)

جابر بن سمرہؓ سے معلوم کیا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال سفید ہوئے تھے تو انہوں نے جواب دیا کہ اتنے کم تھے کہ جب آپ تیل کا استعمال فرماتے تو معلوم نہیں ہوتے اور اگر تیل لگائے ہوئے نہ ہوتے تو معلوم ہوتے تھے۔ (مسلم شریف ص ۲۵۹ ج)

مطلب یہ ہے کہ آپ کے بال بہت کم سفید ہوئے تھے لیکن کتنے تھے ان کی گنتی کسی نے کم بتلائی کسی نے زائد۔ البتہ بیس سے زائد کسی حدیث سے ثابت نہیں ہیں اور چودہ سے کم بھی ثابت نہیں ہیں۔ چودہ اور بیس کے مابین تھے پھر جس صحابی کو جتنے معلوم ہوئے بیان کر دیئے یہ گننے کا فرق ہے۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک اور داڑھی شریف میں چودہ سے زائد سفید بال نہیں گنے (یہ سب سے کم مقدار ہے) حضرت ابن عمرؓ

فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سفید بال بیس تھے۔ (یہ سب سے زائد مقدار ہے۔) (شمائل ترمذی)

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ آپ کی وفات تک آپ کے بیس بال سفید نہیں ہوئے تھے۔ یعنی بیس سے کم ہی رہے۔ (بخاری ص ۵۰۲)

سفید بال کہاں کہاں تھے

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بالوں کی سفیدی کچھ تو بچہ ریش (داڑھی بچہ) میں تھی۔ کچھ صدغین یعنی کن پٹیوں میں کچھ سر میں تھی۔ (مسلم ص ۲۵۹ ج ۲)

مطلب یہ ہے کہ اولاً تو سفید بالوں کی تعداد ہی کم تھی پھر وہ بھی تین جگہ منتشر تھے۔ کچھ سر میں کچھ پنڈلیوں میں اور کچھ داڑھی بچہ میں۔

لباس مُبارک

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لباس نہایت سادہ اور معمولی ہوتا تھا۔ فقیرانہ اور درویشانہ زندگی تھی۔ عام لباس آپ کا تہبند اور چادر اور کرتہ اور جبہ اور کمبل تھا۔ جس میں پیوند لگا ہوتا تھا۔

اکثر حالتوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا لباس چادر اور ازار یعنی تہبند ہوتا تھا جو سخت اور موٹے کپڑے کا ہوتا تھا۔ مدارج النبوۃ میں ہے کہ آپ میلے اور گندے کپڑے کو مکروہ و ناپسند فرماتے تھے۔ (اسوۂ رسول ص ۱۱۹)

حضرت سمرہ بن جندبؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سفید کپڑا پہنا کرو اس لئے کہ وہ زیادہ پاک وصاف رہتا ہے اور اسی میں اپنے مردوں کو کفنایا کرو۔ (شمائل ترمذی)

زاد المعاد میں ہے کہ آپ نے یمنی چادریں، جبہ، قباء، قمیص، تہبند، موزہ اور جوتا ہر چیز استعمال فرمائی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم دھاری دار سیاہ اور سادہ کپڑا بھی پہنا ہے (اسوۂ رسول)

لباس اکثر رہا کرتا سفید اور کھردرا موٹا
جو ہوتا نصف پنڈلی تک نہ لانبا ہی نہ تھا چھوٹا

کبھی پوشش تھی لنگی اور چادر دھاریوں والی
کبھی کملی بھی جسم پاک پر اوڑھے ہوئے کالی

قمیص مُبارک

وضع قطع

ملا علی قاری نے دمیاطیؒ سے نقل کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کرتہ سوت کا بنا ہوا تھا۔ جو زیادہ لمبا نہ تھا اور اس کی آستین بھی زیادہ لمبی نہ تھی۔ اسی طرح مناوی نے ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے کہ آپ کا کرتہ ٹخنوں سے اونچا ہوتا تھا۔ (خصائل نبوی ص ۴۹) اور شمائل میں ہے کہ آپ کے کرتہ کا گریبان سینہ پر ہوتا تھا کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم گریبان کھولے رکھتے کہ سینہ اطہر صاف نظر آتا اور اسی حالت میں نماز پڑھ لیتے۔ (شمائل ترمذی)

حضرت اسماءؓ فرماتی ہیں کہ آپ کے کرتہ کی آستین پہنچے تک ہوتی تھی۔ (شمائل ترمذی)

فائدہ

اس کے علاوہ پہنچوں سے آگے تک کی آستین بھی آپ نے چوغہ میں بنوائی ہے یہ بیان جواز کے لئے تھا مطلب یہ ہے کہ افضل اور سنت تو یہی ہے کہ آستین گٹوں تک ہوں اور جائز آگے تک بھی ہے۔ لیکن انگلیوں سے متجاوز نہ ہونی چاہئے اور کرتہ کی لمبائی کے متعلق علامہ شامی نے لکھا ہے کہ آدھی پنڈلی تک ہونی چاہئے زیادہ نہیں لیکن یہ افضل ہے ورنہ ٹخنوں تک جائز ہے۔ مگر مناسب نہیں ہے۔

آستین

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کرتہ کی آستین نہ بہت تنگ رکھتے نہ بہت چوڑی۔ بلکہ درمیانی ہوتی۔ اور آستین ہاتھ کے گٹوں تک رکھتے۔ اور چوغہ وغیرہ کی نیچے تک۔ مگر انگلی سے متجاوز نہ ہوتا تھا۔ (اسوہ رسول ۱۲۲)

لنگی مبارک

باندھنے کی کیفیت

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ لنگی باندھنے کی تھی پائجامہ کے بارے میں اختلاف ہے جیسا کہ ابھی آتا ہے مدارج النبوۃ میں ہے کہ آپ اپنی تہبند کو آگے کی جانب لٹکاتے اور پیچھے کا حصہ اونچا رکھتے۔ (اسوہ رسول ص ۱۱۹)

آپ کی لنگی آدھی پنڈلی تک رہتی تھی۔ چنانچہ حضرت عثمان غنیؓ اپنی لنگی آدھی پنڈلی تک رکھتے تھے اور فرماتے کہ یہ ہی ہیئت تھی میرے آقا کی لنگی کی۔ (شمائل ترمذی)

لنگی کی حد

حضرت حذیفہ بن الیمانؓ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری یا اپنی پنڈلی کے گوشت کا حصہ پکڑ کر فرمایا کہ یہ حد ہے لنگی کی۔ اگر تجھے صبر نہ ہو تو اور نیچے سہی اور اگر تجھے اس پر صبر نہ ہو تو لنگی کا ٹخنوں پر کوئی حق نہیں۔ (شمائل ترمذی)

ٹخنوں سے نیچے پائجامہ یا لنگی رکھنا حرام ہے۔

ٹخنوں سے نیچے نہ ہو

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ٹخنوں سے نیچے جتنے حصہ پر کپڑا لٹکتا ہے وہ آگ میں جلایا جائے گا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے ان دونوں کانوں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص متکبرانہ لنگی لٹکائے گا قیامت میں حق تعالیٰ اس کی طرف نظر نہیں کریں گے۔ (بخاری ص ۹۶۱ ج ۲ مسلم ص ۱۹۵ ج ۲)

لنگی کی پیمائش

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی لنگی کی پیمائش چار ہاتھ ایک بالشت لمبی اور چوڑائی تین ہاتھ ایک بالشت۔ یا بعض روایات کے مطابق دو ہاتھ ایک بالشت چوڑی تھی۔ (خصائل نبوی)

صحابہ کو پائجامہ کی اجازت

ترمذی شریف میں واقعہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پائجامہ خریدا ہے البتہ پہننا کسی روایت سے ثابت نہیں۔ لیکن آپ کے پاس موجود تھا۔ اور صحابہ کرام آپ کی اجازت سے پہنتے بھی تھے۔

چنانچہ حضرت ابوامامہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ یہود پائجامہ پہنتے ہیں لنگی نہیں باندھتے تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم لوگ اس کے خلاف کرو پائجامہ بھی پہنو اور لنگی بھی باندھو۔ (خصائل نبوی ص ۹۵)

چَادر مُبارک

پسندیدہ چادر

یہ بات گزر چکی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اکثر معمول لنگی باندھنے اور چادر اوڑھنے کا تھا۔ اس لئے کہ اس کے اندر تواضع ہے۔ دوسری بات یہ کہ اس میں تکلف نہیں کرنا پڑتا ہے۔

سفید لباس تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو محبوب تھا ہی لیکن رنگین لباس میں سبز رنگ کا لباس طبیعت پاک کو بہت پسند تھا۔ چنانچہ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یمنی منقش چادر کپڑوں میں زیادہ پسندیدہ تھی۔ (مسلم ص ۱۹۳ ج ۲ شمائل ترمذی)

یہ یمنی چادریں دھاری دار سبز رنگ کی ہوتی تھیں۔ جنتی لباس بھی سبز رنگ کا ہی ہوگا۔ (بخاری مع حاشیہ ص ۸۶۵ ج ۲)

اوڑھنے کی کیفیت

ابو رمثہؓ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دو سبز رنگ کی چادریں اوڑھے ہوئے دیکھا۔ (شمائل ترمذی)

کبھی آپ چادر کو اس طرح اوڑھتے کہ دائیں بغل کے نیچے سے نکال کر بائیں کندھے پر ڈال لیتے تھے۔ (اسوۂ رسول اکرم)

چادر مبارک کی لمبائی اور چوڑائی

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر مبارک کی لمبائی چار ہاتھ اور چوڑائی ڈھائی ہاتھ تھی۔ اور ایک دوسرے قول کے مطابق چھ ہاتھ لمبی اور تین ہاتھ ایک بالشت چوڑی بتائی جاتی ہے۔ (خصائل نبوی ص ۹۵) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کالی کملی بھی اوڑھتے تھے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آپ ایک مرتبہ صبح صبح باہر تشریف لے گئے تو آپ کے بدن پر ایک سیاہ بالوں کی چادر تھی۔ (مسلم ص ۱۹۴ ج ۲)

ٹوپی مبارک

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سفید رنگ کی ٹوپی استعمال فرماتے تھے۔ لیکن سفر و حضر میں مختلف ہوتی۔ جب آپ وطن میں ہوتے تو سر سے چپٹی ہوئی ٹوپی اوڑھا کرتے۔ نیز آپ نے سوزنی نما سلے ہوئے کپڑے کی گاڑھی ٹوپی بھی اوڑھی ہے اور جب سفر میں ہوتے تو اٹھی ہوئی باڑدار ٹوپی استعمال فرماتے۔ اور کبھی کبھی اس کو سفر ہی میں سترے کی جگہ بھی استعمال فرماتے۔
(اسوۂ رسول ص ۱۲۳ بحوالہ سراج المنیر۔ نبوی لیل و نہار ص ۲۱۱)

عمامہ مُبارک

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر عمامہ استعمال فرماتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد بھی ہے کہ عمامہ باندھا کرو۔ اس سے حلم میں بڑھ جاؤ گے۔ عمامہ نہ ہوتا تو سر اور پیشانی مبارک پر ایک پٹی بھی باندھ لیا کرتے تھے۔

عمامہ مبارک کا رنگ

حضرت عمر بن حریثؓ فرماتے ہیں کہ وہ منظر گویا میری آنکھوں کے سامنے ہے جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر خطبہ پڑھ رہے تھے اور سیاہ رنگ کا عمامہ مبارک آپ کے سر مبارک پر تھا۔ (مسلم و نسائی)

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے دن مکے میں داخل ہوئے تو آپ کے سر مبارک پر سیاہ رنگ کا عمامہ تھا۔ (شمائل ترمذی)

شملہ مبارک

تقریباً ایک بالشت کا ہوتا تھا اور اکثر شملہ چھوڑ کر ہی عمامہ باندھتے تھے۔ اور اکثر شملہ کو پیچھے دونوں مونڈھوں کے درمیان رکھتے تھے۔ (خصائل نبوی و نبوی لیل و نہار ص ۲۱۱)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب عمامہ باندھتے تو اس کے شملہ کو دونوں مونڈھوں کے درمیان پچھلی جانب ڈال لیتے۔ (شمائل ترمذی)

عمامہ کی لمبائی

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمامہ تقریباً سات گز کا ہوتا تھا۔ (خصائل نبوی و نبوی لیل و نہار ص ۲۱۱)

عمامہ کے نیچے کپڑا رکھنا

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سر مبارک پر اکثر کپڑا رکھا کرتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ کپڑا چکناہٹ کی وجہ سے تیلی کا کپڑا معلوم ہوتا تھا۔ (شمائل ترمذی)

یہ کپڑا آپ عمامہ کے نیچے رکھتے تھے تاکہ تیل کی وجہ سے عمامہ خراب نہ ہو۔ لیکن اس کے باوجود یہ کپڑا میلا نہ ہوتا تھا۔

فائدہ

ملا علی قاریؒ نے لکھا ہے کہ نہ آپ کے کپڑوں میں جوئیں پڑتی تھیں نہ کھٹمل خون چوس سکتا تھا اور علامہ رازی سے منقول ہے کہ آپ کے بدن مبارک پر کبھی مکھی نہیں بیٹھی۔ (خصائل نبوی ص ۱۰۰)

موزے مبارک

موزوں پر مسح

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے موزے پہنے ہیں اور ان پر مسح بھی فرمایا ہے۔

نجاشی کا ہدیہ

حضرت بریدہؓ فرماتے ہیں کہ حبشہ کے بادشاہ نجاشی نے آپ کے پاس سیاہ رنگ کے دو سادے موزے ہدیہ بھیجے تھے۔ آپ نے ان کو پہنا اور وضو کے بعد ان پر مسح بھی فرمایا۔ (شمائل ترمذی)

حضرت دحیہؓ کا ہدیہ

حضرت مغیرہ بن شعبہؓ فرماتے ہیں کہ دحیہ کلبیؓ نے دو موزے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نذر کئے تھے۔ آپ نے ان کو پہنا یہاں تک کہ وہ پھٹ گئے۔ (شمائل ترمذی)

فائدہ

موزے کے آداب میں سے ہے کہ پہلے دائیں پاؤں میں پہنے۔ پھر بائیں پاؤں میں اور یہ بھی موزے کے آداب میں سے ہے کہ پہننے سے قبل موزہ کو جھاڑ لے۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ معجزات میں طبرانی نے عبداللہ بن عباسؓ سے نقل کیا ہے کہ آپ نے ایک مرتبہ جنگل میں ایک موزہ پہنا دوسرا پہننے کا قصد فرما رہے تھے کہ ایک کوا دوسرا موزہ اٹھالے گیا۔ اور پھر اوپر سے جا کر اس کو پھینک دیا اس میں سانپ گھسا بیٹھا تھا وہ گرنے کی چوٹ سے باہر نکلا۔ آپ نے شکر خداوندی ادا کیا اور امت کے لئے یہ قانون جاری کر دیا کہ ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ جب موزہ پہننے کا قصد کرے تو اس کو جھاڑ لیا کرے۔ (خصائل نبوی ص ۶۰)

نعلین مُبارک

نعلین مبارک کی ساخت

عرب کا جوتا ایسا نہیں ہوتا تھا جیسا کہ یہاں ہند میں متعارف ہے بلکہ ایک چمڑے کی چپٹی پر دو تسمے ہوتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم چپل نما یا کھڑاؤں نما جوتا پہنا کرتے تھے۔ (خصائل نبوی و اسوہ رسول)

حضرت قتادہؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انسؓ سے پوچھا کہ آپ کے جوتے کیسے تھے

تو حضرت انسؓ نے فرمایا کہ ہر ایک جوتا میں دو دو تسمے تھے۔ (بخاری ص ۸۷۱ ج ۲)

یعنی نیچے چپل کے سول کی طرح چمڑا ہوتا تھا اس پر دو تنی لگی رہتی تھی ایک انگوٹھے اور اس کے پاس والی انگلی کے بیچ میں دوسری تنی بیچ کی انگلی اور اس کے پاس والی انگلی کے درمیان میں اور دو تنیاں پشت پر ہوتی تھیں یہ دونوں تسمے ان سے مل جاتے تھے۔

بغیر بالوں والے چمڑے کا جوتا

عرب میں اکثر بغیر بال اتارے چمڑے کا جوتا بنالیا کرتے تھے لیکن آپ صاف کئے ہوئے چمڑے کا جوتا استعمال کرتے تھے۔ جیسا کہ اگلی روایت سے ثابت ہے۔

عبید بن جریج نے ابن عمرؓ سے معلوم کیا کہ آپ بغیر بالوں کے چمڑے کا جوتا پہنتے ہیں اس کی کیا وجہ ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا ہی پہنتے ہوئے دیکھا ہے اس لئے اس کو پسند کرتا ہوں۔ (شمائل ترمذی)

فائدہ

جوتے کے آداب میں سے ہے کہ دائیں پاؤں میں پہلے پہنے پھر بائیں پاؤں میں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی شخص تم میں سے جوتا پہنے تو دائیں سے ابتداء کرنی چاہئے اور جب کوئی نکالے تو بائیں سے پہلے نکالے یعنی دایاں پاؤں جوتا پہننے میں مقدم ہونا چاہئے اور نکالنے میں موخر۔

(بخاری ۸۷۰ ج ۲ مسلم ۱۹۷ ج ۲ شمائل ترمذی)

یہ صرف جوتے کی تخصیص نہیں بلکہ ہر وہ چیز جسکا پہننا زینت ہو اس کے پہننے میں دائیں کو قدم کرنا چاہئے۔ نیز ایک جوتا پہن کر چلنے سے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔ چنانچہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایک جوتی پہن کر کوئی نہ چلے یا دونوں پہن کر چلے یا دونوں نکال دے۔ (بخاری ص ۸۷۰ ج ۲۔ مسلم ص ۱۹۷ ج ۲۔ شمائل ترمذی)

خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ ایک جوتہ پہننے کی نہیں تھی۔ اس لئے کہ جب دوسروں کو منع فرما رہے ہیں تو خود ایسا کاہے کو کرتے اور بظاہر اس حدیث میں ممانعت سے مقصود عادۃً ایسا کرنا ہے۔ لہٰذا اگر کسی عذر کی وجہ سے ایسا کر لے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

مثلاً جوتا ٹوٹ جائے یا اور کوئی عارض پیش آ جائے۔ غرض یہ کہ معتاد و مہذب انداز پر ہر چیز کو پہننا چاہئے۔ بے تمیزی سے احتراز کرنا چاہئے۔ (خصائل نبوی ص ۶۴)

نعلین مبارک کی پیمائش

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین شریف ایک بالشت اور دو انگل لمبے اور سات انگل چوڑے تھے اور نیچے سے دونوں تسموں کے درمیان کا فاصلہ دو انگل تھا۔ (اسوہ رسول ص ۱۲۶)

تھی چپل کی طرح کی ساخت نعلین معلی کی — زبان کی شکل کی ہیئت تھی جو چرم مصفی کی
تلہ دوہرا تھا اور دوہرے تھے تسمے دو جگہ اس میں — لگیں تھی پشت پا پر بیچ میں دو پٹیاں جس میں
وہ تسمے ڈال لیتے انگلیوں میں اپنی پیغمبر — انگوٹھے کے بھی پاس ایک بیچ کی انگلی کے بھی اندر

بستر مبارک

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر مبارک کبھی صرف ٹاٹ کا ہوتا تھا کبھی بوریا ہوتا تھا کبھی چمڑے کا ہوتا تھا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوتی تھی۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سونے اور آرام فرمانے کا بستر چمڑے کا ہوتا تھا جس میں کھجور کے درخت کی چھال بھری ہوئی ہوتی تھی۔
(بخاری ص ۹۵۶ ج ۲ مسلم ص ۱۹۴ ج ۲ شمائل ترمذی)

حضرت حفصہؓ جو آپ کی بیوی اور حضرت عمرؓ کی صاحبزادی ہیں ان سے کسی نے پوچھا کہ آپ کے گھر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر کیسا تھا تو انہوں نے فرمایا کہ ایک ٹاٹ تھا جس کو دوہرا کر کے ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نیچے بچھا دیا کرتے تھے۔ ایک روز مجھے خیال ہوا کہ اگر اس کو چوہرا کر کے بچھا دیا جائے تو زیادہ نرم ہو جائے تو میں نے چار تہہ کر کے بچھا دیا۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کو دریافت فرمایا کہ میرے نیچے رات کو کیا چیز بچھائی تھی میں نے عرض کیا کہ وہ روزمرہ کا بستر تھا آج رات اسے چوہرا کر دیا تھا تا کہ زیادہ نرم ہو جائے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کو پہلے حال پر رہنے دو۔ اس کی نرمی رات کو مجھے تہجد سے مانع ہوئی۔ (شمائل ترمذی)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں

حاضر ہوا آپ بورئیے پر آرام فرمارہے تھے جس کے نشانات جسد اطہر پر ظاہر ہورہے تھے۔ میں یہ دیکھ کر رونے لگا۔ حضور نے فرمایا کہ کیا بات ہے کیوں رورہے ہو۔ میں نے عرض کیا کہ حضور قیصر و کسریٰ تو مخمل اور ریشم کے گدوں پر سوئیں اور آپ بورئیے پر آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ رونے کی بات نہیں ہے ان کے لئے دنیا ہے اور ہمارے لئے آخرت ہے۔ (خصائل نبوی ص ۲۷۹)

حضرت عمرؓ کے ساتھ بھی اس طرح کا قصہ پیش آیا کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسی طرح سوال و جواب حضور سے ہوئے۔ اس کا مفصل ذکر بخاری شریف میں ص ۷۹۲ ج ۲ پر موجود ہے۔

بہت سی احادیث میں آیا ہے کہ صحابہؓ جب نرم بستر بنانے کی درخواست کرتے تو میرے آقا یہ ارشاد فرماتے کہ مجھے دنیاوی راحت و آرام سے کیا کام میری مثال تو اس راہ گیر جیسی ہے جو چلتے چلتے راستہ میں ذرا آرام کرنے کے لئے کسی درخت کے سایہ کے نیچے تھوڑی دیر بیٹھ کر چل دیا ہو۔ (خصائل نبوی ص ۲۷۸) یہ تھا ہمارے آقا دو جہاں کے سردار کا حال جس کو سن کر ہر امتی کا دل بھر آتا ہے اور ہم امتیوں کے فرشوں اور قالینوں کا جو حال ہے وہ نگاہوں کے سامنے ہے۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ہمارے گھر ایک انصاری عورت آئی اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر دیکھا کہ عباء بچھا رکھا ہے تو گھر واپس جا کر ایک بستر تیار کیا۔

حضرت جابر بن سمرۃؓ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ کو ایک تکیہ پر ٹیک لگائے ہوئے دیکھا۔ (شمائل ترمذی)

زاد المعاد میں ہے کہ آپ تکیہ پر ٹیک لگاتے تھے اور کبھی رخسار کے نیچے ہاتھ رکھ لیتے۔
(اسوہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے یہاں تشریف لائے تو میں نے آپ کے واسطے تکیہ رکھا جو چمڑے کا تھا اور اس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی۔
(بخاری شریف ص ۹۲۸ ج ۲)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبو

خوشبو کا کثرت سے استعمال

آپ صلی اللہ علیہ وسلم خوشبو کی چیز اور خوشبو کو بہت پسند فرماتے اور کثرت سے استعمال کرتے۔ دوسروں کو بھی اس کی ترغیب دیتے۔ (نشر الطیب)

عطردان

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک سکہ یعنی عطردان یا مرکب عطر تھا۔ اس میں سے خوشبو استعمال فرماتے تھے۔ (شمائل ترمذی)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے عمدہ خوشبو لگاتی تھی یہاں تک کہ اس خوشبو کی چمک میں آپ کا سر اور داڑھی دیکھتی تھی۔ (بخاری ص ۸۷۷ ج ۲)

خوشبو کی خاصیت

زاد المعاد میں صحیح روایت سے ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خوشبو کی خاصیت یہ ہے کہ ملائکہ معطر آدمی سے محبت کرتے ہیں۔ اور شیاطین اس سے نفرت کرتے ہیں شیاطین کے لئے سب سے زیادہ پسندیدہ مکروہ اور بدبودار چیز ہے۔ چنانچہ طیب اور پاک روحوں کو پاک اور طیب بو ہی پسند ہوتی ہے اور ارواح خبیثہ کو خبیث بو ہی پسند ہوتی ہے ہر روح اپنی پسند کی طرف مائل ہوتی ہے۔ (اسوہ رسول ص ۴۳۰)

یہ ہی وجہ ہے کہ آپ کثرت سے خوشبو استعمال کرتے ورنہ آپ کے بدن سے خوشبو مہکتی تھی گو آپ خوشبو کا استعمال نہ فرمائیں۔ حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ جس کوچہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم گزرتے بعد کے گزرنے والے لوگ اس کوچہ کو خوشبو سے مہکتا ہوا پاکر سمجھ جاتے کہ ابھی اس راہ سے حضور کا گزر ہوا ہے۔ (مشکوٰۃ ص ۵۱۷ ج ۲)

دست مبارک کی برکت

ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک پردم فرما کر حضرت عقبہؓ کی کمر پر پھیرا جس سے اس قدر خوشبوان کی پیٹھ سے مہکتی تھی کہ ان کی چار بیویاں تھیں ہر ایک بے حد خوشبو لگاتی تا کہ ان کے برابر خوشبو ہو جائے مگر حضرت عقبہؓ کی خوشبو غالب رہتی تھی۔ (خصائل نبوی ص ۱۶۱)

پسینہ مبارک کی خوشبو

اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پسینہ سے زیادہ خوشبودار چیز کوئی نہ تھی۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے کبھی کسی قسم کا مشک یا کوئی عطر حضور کے پسینہ کی خوشبو سے زیادہ خوشبودار نہیں سونگھا۔ (بخاری ص ۵۰۳ ج ا مسلم ص ۲۵۷ ج ۲)

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے گھر آرام فرما رہے تھے اور آپ کے جسد اطہر سے پسینہ نکل رہا تھا۔ میری والدہ نے اس کو ایک شیشی میں جمع کرنا شروع کر دیا۔ آپ کی آنکھ کھل گئی۔ آپ نے پسینہ جمع کرنے کی وجہ دریافت کی تو کہنے لگیں کہ اس کو ہم اپنی خوشبو میں ملائیں گے۔ یہ سب سے زیادہ معطر ہے۔ (مسلم شریف ص ۲۵۷ ج ۲)

خوشبو کا ہدیہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اگر خوشبو پیش کی جاتی تو اس کو ضرور قبول کر لیتے۔ خوشبو کی چیز واپس کرنے کو ناپسند فرماتے۔ (بخاری ص ۸۷۸ ج ۲)

خوشبو لگانے کے اوقات

آپ صلی اللہ علیہ وسلم خوشبو سر مبارک پر بھی لگایا کرتے اور سونے سے بیدار ہوتے تو قضائے حاجت سے فارغ ہو کر وضو فرماتے پھر خوشبو لباس پر لگاتے خوشبو میں سب سے زیادہ مشک اور عود اور ریحان کو محبوب رکھتے تھے۔ (اسوہ رسول ص ۱۲۷)

کسی کوچے سے ہوتا جب گزر محبوب باری کا
تو چلتا کارواں اک نکہت باد بہاری کا
فضا ساری مہک جاتی تھی وہ جس راہ سے جاتے
نکلتے جستجو میں جو وہ خوشبو سے پتہ پاتے
پسینہ پونچھ کر رکھتے صحابہ جسم اطہر کا

جو خوشبو میں گلاب و مشک و عنبر سے بھی بہتر تھا
مصافحہ جس کو ہونے کی سعادت ہاتھ آتی تھی
تو پورا دن گزر جاتا مگر خوشبو نہ جاتی تھی
کسی بچے کے سر پر دست رحمت پھیر کر دیتے
تو سب بچوں میں خوشبو سے اسے ممتاز کر دیتے

انگوٹھی مبارک

چاندی کی انگوٹھی

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی مبارک چاندی کی تھی۔ یعنی پوری انگوٹھی نگینہ سمیت چاندی کی تھی جیسا کہ حضرت انسؓ ہی سے دوسری روایت میں ہے اور اسکا نگینہ حبشی انداز پر بنا ہوا تھا۔ (بخاری ص ۸۷۲ ج ۲ مسلم ص ۱۹۷ ج ۲)

آپ نے انگوٹھی کیوں بنوائی

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب عجم کے بادشاہوں کے پاس خطوط لکھنے کا قصد فرمایا تو لوگوں نے عرض کیا کہ عجمی بادشاہ بغیر مہر کے خطوط قبول نہیں کرتے۔ اس لئے آپ نے ایک انگوٹھی بنوائی جس کی سفیدی گویا اب میری نظر کے سامنے ہے۔ (بخاری ص ۸۷۳ جلد ۲ مسلم ۱۹۶ ج ۲)

سفیدی سے چاندی کی ہونے کی طرف اشارہ ہے اور قصہ کے خوب یاد ہونے کی طرف اشارہ ہے۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم حدیبیہ کی صلح سے واپس لوٹے تو آپ نے مختلف بادشاہوں کے نام خطوط لکھوا کر انہیں اسلام کی دعوت دی اور معلومات رکھنے والے تجربہ کار صحابہ کو قاصد منتخب فرمایا اور ان کو خطوط دے کر بادشاہوں کے پاس روانہ فرمایا۔ چنانچہ

۱۔ نجاشی شاہ حبش کے نام۔ جس کا اصل نام اصحمہ تھا۔ عمرو بن امیہ ضمریؓ کے ذریعہ روانہ کیا۔

۲- اور مقوقس شاہ مصر کے نام جس کا اصل نام جریج متی تھا۔ حاطب بن ابی بلتعہؓ کے ذریعہ روانہ کیا۔

۳- اور کسریٰ شاہ فارس کے نام جس کا نام خسرو پرویز تھا۔ عبداللہ بن حذافہ سہمیؓ کے ذریعہ روانہ کیا۔

۴- اور قیصر شاہ روم کے نام جس کا نام ہرقل تھا۔ دحیہ کلبیؓ کے ذریعہ روانہ کیا۔

۵- اور حاکم بحرین منذر بن ساوی کے نام علاء بن الحضرمیؓ کے ذریعہ روانہ کیا۔

۶- اور حاکم یمامہ ہوزہ بن علی کے نام سلیط بن عمرو عامریؓ کے ذریعہ روانہ کیا۔

۷- اور حاکم دمشق حارث بن ابی شمر غسانی کے نام شجاع بن وہبؓ کے ذریعہ روانہ کیا۔

۸- اور شاہ یمامہ جیفر اور اسکے بھائی عبد پسران جلندی کے نام عمرو بن العاصؓ کے ذریعہ روانہ کیا۔

(فائدہ) فیض الباری میں عبد کے بجائے عیاض لکھا ہے۔

ان خطوط کے ذریعہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دعوت روئے زمین کے اکثر بادشاہوں تک پہنچادی۔ اور اس کے جواب میں کوئی ایمان لایا تو کسی نے کفر کیا۔ لیکن اتنا ضرور ہوا کہ کفر کرنے والوں کی توجہ بھی اس جانب مبذول ہوگئی اور ان کے نزدیک بھی آپ کا دین آپ کا نام ایک جانی پہچانی چیز بن گیا۔

انگوٹھی مبارک کا نقش

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی مبارک پر محمد رسول اللہ لکھا ہوا تھا۔

(اس طرح) محمد ایک سطر میں رسول ایک سطر میں اور اللہ ایک سطر میں (بخاری شریف ص ۸۷۳)

علامہ نووی فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے یہ مسئلہ نکلا کہ انگوٹھی پر اپنا نام یا اللہ کا نام یا اور کوئی حکمت کا کلمہ لکھوانا جائز ہے۔ (نووی شرح مسلم ص ۱۹۶ ج ۲)

لیکن محمد رسول اللہ لکھانا ممنوع ہے جیسا کہ خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد بخاری میں موجود ہے کہ ہم نے چاندی کی انگوٹھی بنائی ہے اور اس میں رسول اللہ لکھایا ہے۔ لہذا کوئی بھی یہ نقش نہ کرائے جو ہماری انگوٹھی کا نقش ہے۔ (بخاری شریف ص ۸۷۳ ج ۲)

علامہ شامیؒ فرماتے ہیں کہ محمد رسول اللہ کے علاوہ اپنا نام یا اللہ کا نام یا اور کوئی اچھا کلمہ انگوٹھی پر نقش کرانا درست ہے۔ چنانچہ حضرت صدیق اکبرؓ کی انگوٹھی پر یہ نقش تھا نعم القادر الله اور حضرت فاروق اعظمؓ کی انگوٹھی کا یہ نقش تھا۔ كفى بالموت واعظاً اور حضرت عثمان غنیؓ کی انگوٹھی کا نقشہ تھا۔ لتصبرن اولتندمن اور حضرت علیؓ کی انگوٹھی کا یہ نقش تھا۔ الملک لله اسی طرح حضرت امام اعظمؒ کی انگوٹھی کا یہ نقش تھا۔ قل الخير والا فاسكت اور امام ابو یوسفؒ کی انگوٹھی کا یہ نقش من عمل برأيه فقد ندم! اور امام محمدؒ کی انگوٹھی کا یہ نقش تھا من صبر ظفر (شامی لبنانی ص ۲۳۰ ج ۵) اسی طرح حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی انگوٹھی کا یہ نقش تھا۔ از گروہ اولیاء اشرف علی اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کی انگوٹھی کا یہ نقش تھا "رشید احمد" اور شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندی کی انگوٹھی کا یہ نقش تھا۔ الٰہی عاقبت محمود گرداں"۔

انگوٹھی کس ہاتھ میں پہنی

آپ صلی اللہ علیہ وسلم انگوٹھی دائیں اور بائیں دونوں ہاتھوں میں پہنتے رہتے تھے۔ کسی ایک ہاتھ کی تخصیص نہ تھی۔ چنانچہ احادیث میں دونوں طرح وارد ہوا ہے۔ لہذا دونوں ہاتھوں میں سے ہر ایک میں پہننا جائز ہے۔ حافظ ابن حجر جو فن حدیث کے امام ہیں فرماتے ہیں کہ مجھے اس بارے میں کل احادیث کے دیکھنے سے جو محقق ہوا ہے وہ یہ ہے کہ اگر زینت کے ارادے سے پہنے تو دایاں ہاتھ موزوں ہے اور اگر مہر لگانے کی غرض سے انگوٹھی بنوائی ہے تو بایاں ہاتھ موزوں ہے تاکہ دائیں ہاتھ سے نکال کر مہر لگانے میں سہولت ہو۔ (خصائل نبوی ص ۸۱)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ کی انگوٹھی اس میں ہوتی تھی اور حضرت انسؓ نے بائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی کی طرف اشارہ کیا۔ (مسلم ص ۱۹۷ ج ۲)

دوسری حدیث میں حضرت انسؓ ہی فرماتے ہیں کہ آپ نے انگوٹھی بنوائی اور فرمایا کہ ہم نے انگوٹھی بنوائی ہے اور اس میں نقش کرایا ہے۔ لہذا ان الفاظ کو کوئی نقش نہ کرائے۔ (تاکہ امتیاز رہے مہر کا) حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ (گویا کہ) میں اس انگوٹھی کی چمک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خنصر یعنی چھوٹی انگلی میں دیکھ رہا ہوں۔ (بخاری شریف ص ۸۷۳ ج ۲)

اور دو انگلیوں میں پہننے سے آپ نے منع بھی فرمایا ہے۔

چنانچہ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو منع فرمایا کہ میں اپنی اس

اور اس انگلی میں انگوٹھی پہنوں اور اشارہ کیا حضرت علیؓ نے بیچ کی انگلی اور شہادت کی انگلی کی جانب۔ (مسلم شریف ص ۱۹۷ ج ۲)

لہٰذا ان دونوں انگلیوں میں پہننا مکروہ ہے اسی حدیث کی وجہ سے علامہ نووی نے کہا ہے کہ مکروہ سے تنزیہی مراد ہے اور سنت جو ہے وہ اسی چھوٹی انگلی میں پہننا ہے۔ اور علامہ نووی نے اس کے سنت ہونے پر اجماع نقل کیا ہے۔ (شرح مسلم للنووی ص ۱۹۷ ج ۲)

اور علامہ شامی نے بھی لکھا ہے کہ انگوٹھی اسی انگلی میں ہونی چاہئے۔ (شامی لبنانی ص ۲۳۰ ج ۵)

انگوٹھی پہننے کی کیفیت

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم انگوٹھی کا نگینہ ہتھیلی کی جانب رکھتے تھے۔ (بخاری شریف ص ۸۷۳ ج ۲)

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم انگوٹھی کا نگینہ ہتھیلی کی جانب رکھتے تھے۔ مسلم شریف ص ۱۷۱ ج ۲) شمائل ترمذی میں ابن عمرؓ سے یہ ہی الفاظ مروی ہیں۔ چونکہ یہ ہی اکثر روایات میں وارد ہوا ہے۔ اس لئے نگینہ کا ہتھیلی کی جانب رکھنا زیادہ صحیح ہے اس میں تکبر و عجب سے بھی حفاظت ہے نیز نگینہ بھی محفوظ رہتا ہے۔ علماء نے لکھا ہے کہ نگینہ کو ہتھیلی کی جانب اور اوپر دونوں طرح رکھنا جائز ہے۔ البتہ افضل اندر رکھنا ہی ہے اتباع نبوی کی وجہ سے۔ (شرح مسلم ص ۱۹۶ ج ۲)

اور علامہ شامی نے لکھا ہے کہ مردوں کو انگوٹھی میں نگینہ ہتھیلی کی طرف رکھنا چاہئے اور عورتوں کو اوپر کی جانب۔ اس لئے کہ عورت کا پہننا زینت کے لئے ہے اور زینت اوپر رکھ کر ہے اور مردوں کو زینت کی ضرورت نہیں ہے۔ (شامی لبنانی ص ۲۳۰ ج ۵)

سونے کی انگوٹھی

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے کی انگوٹھی بنوائی تھی اس کا نگینہ آپ ہتھیلی کی جانب رکھتے تھے اور اس میں محمد رسول اللہ لکھا ہوا تھا تو آپ کی دیکھا دیکھی صحابہ نے بھی سونے کی انگوٹھیاں بنوائیں۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ صورت حال دیکھی تو اس کو نکال کر پھینک دیا اور فرمایا کہ اس کو کبھی نہیں پہنوں گا۔ تو یہ دیکھ کر لوگوں نے بھی اپنی سونے کی انگوٹھیاں نکال کر پھینک دیں۔ پھر آپ

نے چاندی کی انگوٹھی بنوائی۔ (بخاری شریف ص ۸۷۲ ج ۲ مسلم شریف ص ۱۹۶ ج ۲)

شروع اسلام میں سونا مرد کے لئے حلال تھا پھر بعد میں حرام کردیا گیا۔

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے کی انگوٹھی سے منع فرمایا۔ (بخاری شریف ص ۸۷۱ ج ۲)

اب تمام علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ مرد کے لئے سونے کا استعمال حرام ہے البتہ عورت سونے کا زیور استعمال کرسکتی ہے۔

وفات حسرت آیات کے بعد

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی آپ کی وفات کے بعد شروع میں حضرت ابوبکرؓ نے پہنی پھر حضرت عمرؓ نے پہنی پھر حضرت عثمانؓ نے پہنی۔ پھر حضرت عثمانؓ ہی کے زمانے میں بیر اریس میں گر گئی۔ (بخاری شریف ص ۸۷۲ ج ۲ مسلم شریف ص ۱۹۶ ج ۲)

بیر اریس مسجد قبا کے قریب ایک کنواں ہے۔ حضرت معیقیب ایک صحابی تھے جو حضور کے زمانے سے اس انگوٹھی کے محافظ تھے۔ جس وقت آپ انگوٹھی پہنے ہوئے نہیں ہوتے تو انہی کے پاس رہتی تھی۔ آپ کی وفات کے بعد حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے دور خلافت میں بھی یہ ہی محافظ رہے۔ اور حضرت عثمانؓ کے دور خلافت میں بھی یہ ہی صورت حال تھی۔ ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ حضرت معیقیبؓ اور حضرت عثمانؓ اس کنوئیں پر بیٹھے تھے جیسا کہ عرب کی عادت ہے ٹھنڈک حاصل کرنے کے لئے پاؤں کنوئیں پر لٹکا کر منڈیر پر بیٹھ جاتے ہیں اسی دوران معیقیبؓ حضرت عثمانؓ کو انگوٹھی دے رہے تھے۔ یا ان سے لے رہے تھے کہ انگوٹھی کنوئیں میں جا پڑی۔ حضرت عثمان غنی نے اس کو ہر چند تلاش کرایا تین روز تک برابر اس کا گارا پانی نکلوا کر تلاش کرایا مگر وہ نہیں ملی۔

یہ انگوٹھی چھ برس تک حضرت عثمانؓ کے پاس رہی اس کے بعد اتفاق سے اس کنوئیں میں گر گئی۔ علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ یہ انگوٹھی حضرت سلیمانؑ کی انگوٹھی کی طرح تھی کہ جیسے ہی وہ انگوٹھی حضرت سلیمانؑ سے غائب ہوئی حکومت میں اختلاط ہوا۔ اسی طرح علماء نے لکھا ہے کہ جو فتنے حضرت عثمان غنیؓ کے آخر دور میں ظہور پذیر ہوئے وہ اس انگوٹھی کے کنوئیں میں گرنے کے بعد ہی سے شروع ہوئے تھے۔ (حاشیہ بخاری ص ۸۷۳ ج ۲ خصائل نبوی ص ۳۸ شامی لبنانی ص ۳۲۹ ج ۵)

فائدہ

ایسی انگوٹھی جس پر کوئی متبرک نام یا عبارت لکھی ہوئی ہو پہن کر قضائے حاجت نہیں کرنی چاہئے۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب بیت الخلاء تشریف لے جاتے تھے تو اپنی انگوٹھی نکال کر تشریف لے جاتے تھے۔ (شمائل ترمذی)

علامہ شامی نے لکھا ہے اور جمہور احناف کا بھی یہ ہی مسلک ہے کہ بادشاہ قاضی متولی وغیرہ جن لوگوں کو مہر لگانے کی ضرورت پڑتی ہے انکے لئے انگوٹھی بنوانا سنت ہے۔ مہر نما انگوٹھی بنوالیں۔ انکے علاوہ اور لوگوں کیلئے بھی جائز ہے لیکن ترک کرنا افضل ہے۔ (شامی لبنانی ص ۲۳۱ ج ۵)

اور مرد کے لئے صرف چاندی کی انگوٹھی جائز ہے مذہب احناف میں البتہ عورتوں کے لئے ہر طرح کی انگوٹھی جائز ہے۔ چنانچہ ابن بطال کہتے ہیں کہ انگوٹھی عورت کیلئے دیگر زیورات کی طرح ہے۔ جیسے وہ سب قسم کے جائز ہیں یہ بھی جائز ہے۔ (حاشیہ بخاری ص ۸۷۳ ج ۲)

مہر نبوت

ختم نبوت کی نشانی

مہر نبوت ایک معجزہ اور علامت نبوت کے قبیل سے ہے اس لئے اہتمام کی وجہ سے اس کو علیحدہ ذکر کیا جاتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین تھے اس وجہ سے آپ پر اللہ نے ختم نبوت کی مہر چسپاں کی تھی۔

یہ مہر نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کی خاص نشانی تھی جس کا ذکر کتب سابقہ اور انبیاء سابقین کی بشارتوں میں تھا۔ علماء بنی اسرائیل اسی علامت کو دیکھ کر پہچان لیتے تھے۔ کہ حضور پرنور وہی نبی آخر الزماں ہیں کہ جن کی انبیاء سابقین نے بشارت دی ہے اور جو علامت (مہر نبوت) بتلائی تھی وہ آپ میں موجود ہے۔ گویا یہ مہر نبوت آپ کی نبوت کے لئے من جانب اللہ خدا تعالیٰ کی مہر اور سند تھی۔ دیکھو مدارج النبوۃ ص ۲۱ ج ا

علامہ سہیلی فرماتے ہیں کہ مہر نبوت حضور کے بائیں شانہ کی ہڈی کے قریب تھی وجہ اس کی یہ ہے کہ جسم انسانی میں شیطان کے داخل ہونے کی یہی جگہ ہے پیچھے ہی سے آ کر شیطان دل میں وسوسے ڈالتا ہے اس لئے آپ کے جسم مبارک میں اس جگہ مہر نبوت لگا دیگئی۔ تاکہ شیطان کی آمد کا دروازہ بند ہو جائے اور آپ کے قلب منور میں کسی راہ سے شیطان کا کوئی

وسوسہ نہ داخل ہو سکے۔ (خصائص کبریٰ صفحہ ۶۰ جلد ۱)

مہر نبوت کہاں تھی؟

سائب بن یزیدؓ فرماتے ہیں کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت کی جانب گھوما تو میں نے مہر نبوت دیکھی آپ کے دونوں شانوں کے درمیان۔ (بخاری ص ۵۰۱ جلد ۱ مسلم ص ۲۵۹ ج ۱)

مہر نبوت دونوں شانوں یعنی کندھوں کے بیچ میں تھی۔ آپ کی پشت پر البتہ بائیں کندھے کی ہڈی سے زیادہ قریب تھی یعنی بائیں طرف قلب ہوتا ہے پشت پر بالکل قلب کے مقابل تھی۔ عبداللہ بن سرجسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھانا بھی کھایا۔ آپ کی زیارت بھی کی اور آپ سے دعا کی درخواست کی پھر میں آپ کی پشت کی جانب گھوما تو میں نے مہر نبوت کو دیکھا دونوں مونڈھوں کے درمیان میں بائیں مونڈھے کی نرم ہڈی سے قریب تھی۔ (مسلم ص ۲۶۰ ج ۲)

حضرت علیؓ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صفات بیان کرتے تو یہ بھی بیان فرماتے کہ حضور کے دونوں مونڈھوں کے مابین مہر نبوت تھی۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین تھے۔ (شمائل ترمذی)

وفات کے بعد مہر غائب ہوگئی

مہر نبوت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن مبارک پر پیدائش ہی کے وقت سے ہی تھی جیسا کہ فتح الباری میں حضرت عائشہؓ کی حدیث سے نقل کیا ہے اور وفات کے وقت تک مہر نبوت باقی رہی۔ وفات کے بعد باقی نہیں رہی تھی۔ چنانچہ آپ کی وفات پر جب بعض صحابہ کو تردد ہوا تو حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ نے حجرہ میں جا کر آپ کی مہر نبوت کو دیکھا تو وہ غائب ہو چکی تھی۔ اس سے انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر اعتماد و استدلال کیا تھا۔ (ملخصا خصائل نبوی ص ۲۱)

مہر نبوت کی تحریر

ابن حبان نے اس کو صحیح قرار دیا ہے کہ اس پر محمد رسول اللہ لکھا ہوا تھا۔ بعض روایات سے پتہ چلتا ہے کہ اس پر یہ جملہ لکھا ہوا تھا۔ سر فانت المنصور یعنی تم جہاں چاہو جاؤ

آپ کی مدد کی جائے گی۔ لیکن محدثین کے یہاں اس (دوسری بات کے) بارے میں صحیح اور پختہ روایت ثابت نہیں ہے۔ (خصائل نبوی ص ۲۱)

مہر مبارک کی شکل و کیفیت

اس کی کیفیت کے بارے میں کئی طرح کی روایات ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ جو قرطبیؒ نے کہی ہے کہ مہر نبوت گھٹتی بڑھتی رہتی تھی۔ نیز رنگ میں بھی مختلف ہوتی رہتی تھی۔ اس لئے جس صحابی نے جس حالت پر دیکھا بیان کر دیا۔ دوسری بات جو حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحبؒ نے کہی ہے کہ ہر شخص چیز کو دیکھ کر اپنے ذہن کے اعتبار سے جس چیز کے ساتھ تشبیہ دینا مناسب سمجھتا ہے اس لئے مختلف کیفیات بیان کر دی گئیں۔ (خصائل نبوی ص ۲۳)

چنانچہ جابر بن سمرہؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے آپ کی مہر نبوت کو دو شانوں کے درمیان دیکھا تو رنگ میں سرخ رسولی جیسی تھی اور مقدار میں کبوتری کے انڈے جیسی شکل۔ (شمائل ترمذی مسلم ص ۲۵۰)

حضرت سائب بن یزید کا بیان ہے کہ میں نے دونوں مونڈھوں کے مابین مہر نبوت دیکھی جو چھپر کھٹ (مسہری) کی گھنڈیوں جیسی تھی۔ (بخاری شریف ص ۳۱۔۵۰۱)

پہلے دلہن اور دولہا کی پہلی رات کے لئے ایک پلنگ مزین کیا کرتے تھے جس کو کپڑے سے ڈھانپ کر ایک مکان کی شکل کا بنایا جاتا ہے۔ اور پھر چھت والے پردے میں کبوتری کے انڈے کے برابر اسی کی گھنڈیاں لٹکائی جاتی تھیں۔ خوبصورتی کے لئے حدیث میں وہی گھنڈیاں مراد ہیں۔ دونوں روایتیں اس پر تو موافق ہیں کہ اس کی مقدار اور بناوٹ کبوتری کے انڈے جیسی تھی اس لئے کہ گھنڈی بھی کبوتری کے انڈے ہی کی مثل ہوتی ہے۔ (فیض الباری)

اور اس کے چاروں طرف تل بھی تھے جو مسوں کے مانند تھے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن سرجسؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے مہر نبوت کو دیکھا جو (مقدار میں) مٹھی کے مانند تھی اور اس کے چاروں طرف تل تھے جو مسوں کی طرح لگتے تھے۔

مسلم ص (۲۶ ج ۲) اور مہر نبوت کے چاروں طرف بال بھی تھے۔ چنانچہ علماء بیان کرتے ہیں کہ مجھ کو حضرت عمر بن اخطب انصاریؓ نے یہ قصہ بیان کیا ہے کہ ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو کمر ملنے کے لئے ارشاد فرمایا میں نے کمر ملنی شروع کی تو اتفاقاً میری انگلی مہر نبوت پر لگ گئی تو علماء نے پوچھا کہ مہر نبوت کیا تھی۔ تو حضرت عمر بن اخطبؓ نے جواب دیا کہ بالوں کا مجموعہ تھا۔ (شمائل چونکہ ان کا ہاتھ بالوں پر لگا تھا اس لئے بیان کر دیا کہ بالوں کا مجموعہ تھا۔

میان ہر دو شانہ پشت پر مہر نبوت تھی
کبوتر کے جو انڈے کی طرح تھی سرخ رنگت تھی



Description

اس گروپ میں مسلک اہل سنت والجماعت دیوبند کی کتابیں بھیجی اور طلب کی جا سکتی ہیں بس۔
علاوہ ازیں گروپ سے باہر کر دیا جائے گا

لنک حاضر ھے

https://chat.whatsapp.com/AZDTNVsqEBGCwpKXjKrptS